Faith and Discovery
January 2023 Vol:1, Issue:1
ISSN(p): 3007-0643
ISSN(e): 3007-0651

روحانی تزکیے اور سماجی مزاحمت کا سنگم

CONFLUENCE OF SPIRITUAL PURIFICATION AND SOCIAL RESISTANCE

محمد حسنین بھٹی

Lecture, Govt.College of Special Education, Daska

ABSTRACT: The spiritual tradition of Muslim mysticism has confluence of spiritual, purification and social resistance. The history of Punjabi literature is very rich and has long golden traditions. Punjabi literature, if analyzed, can be divided into two parts: spiritual poetry and poetry with regional and cultural traditions. The element of spirituality has been dominant in Punjabi literature. The cultural and civilizational aspects have been described in it and spiritual color can be seen here. An important color in the spiritual and cultural subjects of Punjabi poetry is resistance. The great Sufi poets used local symbols, customs, seasons and regional habits as symbols and metaphors where they described spiritual teachings and cultural phenomena. We see this color very clearly in the Punjabi poetry of Sufi poets. Hazrat Bahauddin Zakaria Multani, Hazrat Fariduddin Ganj Shukar, Baba Bullehy Shah, Syed Waris Shah, Sultan Bahu, Khwaja Ghulam Farid, Mian Muhammad Bakhsh, and Shah Hussain are prominent among these poets. When the Sufi poets highlighted social problems in a

resistance style, not only did the problems of that period become a part of Sufi Punjabi poetry, but also the awareness of solving problems and resistance against oppression was created among the common people. In the tradition of Punjabi poetry, mystics taught to bear the difficulties of life with a smile. During the time of mystics, the society was suffering from political upheaval; they created resistance and social consciousness among the people through their poetry in that environment. They made the common man realize that nothing bad is written in the destiny of man. According to the Sufis, national respect and national pride should be at the top of our collective role. In a society and nation where national pride is lost, there is no concept of living for collective role and collective goals.

روحانیت کے بارے میں عمومی تصور ترک دنیا اور سماجی، معاشرتی اور سیاسی معاملات سے مکمل علیحدگی ہے۔ مگر اسلام کی روحانی روایت اسی تصور کی نفی کرتی ہے۔ مسلم صوفیا نے معاشرے کے اخلاق، روحانی احوال اور باطن کی اصلاح کے ساتھ ساتھ سماجی، معاشری اور سیاسی مسائل کے حل کو بھی ان جدوجہد کو ہدف بنایا۔ الام کی صوفیانہ روایت روحانی تزکیے اور سماجی معاشرتی اصلاح کے لیے مزاحمت کے سنگم کی حامل ہے۔اس کی تائید صوفیا کا مریدوں پر محیط ادب اور ان کی تصانیف ہے۔

پنجابی زبان میں لکھے گئے صوفیانہ ادب کی تاریخ بھی بہت ثروت مند اور طویل سنہری روایات کی حامل ہے۔ پنجابی صوفیانہ ادب کا اگر جائزہ لیا جائے تو اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: روحانی شاعری اور علاقائی و کلچرل روایات کی حامل شاعری۔ پنجابی ادب میں روحانیت کا عنصر غالب رہا ہے۔ چاہیے کلچرل، ثقافتی اور تہذیبی پہلو ہی بیان کیا گیا ہے اس میں بھی روحانی رنگ دیکھا جا سکتا ہے۔ جیسے شاہ حسین لاہوری نے کہا کہ 'خلقت گئی ادھوری' یعنی مخلوق خدا دنیاوی لحاظ سے معاشرتی جبر اور ظلم و ستم کے باعث مسائل کا شکار رہی اور روحانی لحاظ سے بھی کماحقہ روحانی رہنمائی نہ ملنے کے باعث حقیقت کا تعارف حاصل کیے بغیر ہی اس دنیا سے رخصت ہوئے۔(Smith, 2013a, 33)

پنجابی صوفیانہ شاعری کے روحانی اور ثقافتی و تہذیبی مضامین میں ایک اہم رنگ مزاحمت کا ہے۔ عظیم صوفی شعراء نے مقامی علامتوں، رسم و رواج، موسموں اور علاقائی عادات و اطوار کو علامت اور استعارہ بناتے ہوئے جہاں روحانی تعلیمات اور ثقافتی مظاہر کو بیان کیا اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ظلم اور ستم، جبر اور معاشرتی مسائل کے خلاف مزاحمتی آواز بھی بلند کی۔ (Smith, 2013a, 177)

حضرت بہاوالدین زکریا ملتانی، حضرت فرید الدین گنج شکر سے لے کر پیر نصیر الدین نصیر تک کی پنجابی شاعری میں ہمیں یہ رنگ بہت واضح طور پر نظر آتا ہے۔ صوفی شعراء نے جب مزاحمتی انداز سے اپنے مسائل کو اجاگر کیا تو اس سے نہ صرف اس دور کے مسائل پنجابی صوفیانہ شاعری

کا حصہ بن گئے بلکہ عام لوگوں کے اندر مسائل کے حل اور ظلم و ستم کے خلاف مزاحمت کا شعور بھی پیدا ہوا۔(Ishwar et al 2023, 266)

صوفی شعراء نے کس طرح مقامی ثقافت اور رسم و رواج کو استعارہ بنایا اس کا اندازہ مثال کے طور پر بابا فرید الدین گنج شکر اور سید حیدر علی ملتانی کے کلام سے ہوتا ہے۔

بابا فرید الدین گنج شکر (۱۱۸۸ء– ۱۲۸۰) لکھتے ہیں:

فریدا صاحب دی کر چاکری، دل دی لاہ بھراند
درویشاں نوں لوڑیئے، رکھاں دی جیراند

علی حیدر ملتانی (۱۶۹۰ء– ۱۷۸۵ء) لکھتے ہیں: (Farid, 2020, 123)

چھن چھن چوڑاتے گھم گھم چاٹی، اسے گھمگار مدھانی دے
علی حیدر ہتھ جے مکھن آوے تاں مطلب ایس نمانی دے

روحانیت اور سماجی مسائل کے شعور کا ملاپ حضرت بابا بلھے شاہ (۱۶۹۲ء – ۱۷۸۵ء) کی شاعری میں کس طرح نظر آتا ہے۔(Baba n.d., 97)

قصور بے دستور، اوتھے جانا بنیا ضرور
نہ کوئی پن نہ دان ہے، نہ کوئی لاک دستور

پیر سید وارث شاہ (۱۷۱۸ء – ۱۸۰۷ء) کے ہاں یہ رنگ اس طرح نظر آتا ہے: (Smith, 2013a, 133)

رناں چنگیریاں اوہناں نالوں،
جیہڑے شاہ نواز دے سنگ آہے
اک ڈنگ بھی جنگ نہ کیتا اوہناں،
جیہڑے اٹھوہنے دے ڈنگ آہے
وارث شاہ اوہ لومڑاں وانگ چھپے

جیہڑے سوہنے شیراں دے رنگ آہے

بابا فرید الدین گنج شکر کی شاعری میں امید، جدوجہد اور مسلسل مزاحمت کا درس ملتا ہے۔
(Smith, 2014b, 66)

کوک فریدا کوک توں، جیوں راکھا جوار
جب لگ ٹانڈا نہ گرے، تب لک کوک پکار

اور اس جدوجہد میں منزل کے حصول کا یقین، مایوسی اور ناکامی کے احساس سے دور رہنے کی تعلیم میاں محمد بخش کے ہاں بہت نمایاں ہے

جھل تھل ہار نہ ہاریں ہمت ، ہک دن پھرسی پاسا
بھکھا منگن چڑھے محمد، اوڑک بھردا کاسا

(Bakhsh, 1963, 201)

پنجابی صوفی شاعری کی روایت میں بابا فرید الدین گنج شکر نے روحانی تربیت اور زندگی کے عملی معاملات میں اس تربیت کے اطلاق کو اپنی شاعری کا مضمون بنایا۔ بابا فرید الدین گنج شکر نے زندگی کی مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کا درس دیا۔ انہوں نے اس کے لیے درخت کی علامت استعمال کی۔ پنجابی میں درخت کو رکھ کہتے ہیں۔ بابا فرید کہتے ہیں کہ جس طرح رکھ دھوپ کی سختی برداشت کرتے ہیں اس طرح انسان کو بھی اپنے اندر جبر اور برداشت پیدا کرنا چاہیے۔

فریدا صاحب دی کر چاکری، دل دی لاہ بُھراند
درویشاں نوں لوڑیئے، رُکھاں دی جیراند

(Smith, 2014b, 88)

صوفیا دل کی صفائی کا اہتمام کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی اس کی تلقین کرتے ہیں۔ ٹوئے ٹبے کی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے بابا فرید کہتے ہیں:

فریدا من میدان کر، ٹوئے ٹبے لاہ
اگے مول نہ آوسی، دوزخ سندی بھاہ

راہ حق کی ریاضت اور عبادت و زہد کی مشقت کو بابا فرید تنور (Smith, 2014b, 77) تے بالن کی علامت سے بیان کرتے ہیں:

تن تپے تنور جیوں بالن ہڈ بلن
پیریں تھکاں سر جلاں، جے موں پری ملن

بابا فرید نے برے عمل سے دور رہنے کے لیے اور نیک اعمال کو اختیار کرنے کے لیے کپاس، تل اور کماد (Farid, 2020, 109) کی علامات استعمال کی ہیں:

فریدا دیکھ کپاہے جو تھیا، جو سر تھیا تلاں
کمادے ار کاگدے، کنے کوئلیاں
مندے عمل کریندیا ایہہ سزا تنہاں

دنیا کی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے بابا فرید کہتے ہیں کہ اگرچہ دنیا کی نعمتیں شکر، گڑ اور دودھ کی طرح دلکش ہیں مگر اللہ کی بارگاہ میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں:

فریدا شکر، کھنڈ، نوات، گڑ، ماکھیوں ، ماجھا ددھ
سبھے دستو مٹھیا، تب نہ جن تدھ

(Smith, 2014b, 78)

صوفیا کے ہاں نفس کی نفی اور انکسار و عاجزی کی غیر معمولی تعلیم موجود ہے۔ بابا فرید بھی منج کی علامت کے ذریعے عاجزی کی تعلیم دیتے ہیں:

فریدا میں نون منج کر، نکی کر کر کٹ
بھرے خزانے رب دے جو بھاوے سو لٹ

(Smith, 2014b, 34)

راہ حق پر استقامت کے بغیر منزل نصیب نہیں ہوتی۔ جوار کی حفاظت کی علامت استعمال کرتے ہوئے بابا فرید راہ حق پر استقامت کی تعلیم یوں دیتے ہیں:

کوک فریدا کوک توں، جیوں راکھا جوار
جب لگ ٹانڈا نہ گرے، تب لک کوک پکار
(Farid, 2020, 129)

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے زمانے میں معاشرہ سیاسی اکھاڑ پچھاڑ کا شکار تھا۔ لوگ آئے روز کے حملوں اور اقتدار کے لیے طاقتور فریقوں کی باہمی کشمکش سے نہ صرف تنگ آچکے تھے بلکہ روز روز کے خون خرابے نے عام آدمی کی سماجی اور معاشرتی زندگی کو ان گنت مسائل کا شکار کر دیا تھا۔ اس ماحول میں بابا فرید الدین گنج شکر نے اپنی شاعری کے ذریعے لوگوں میں مزاحمتی سماجی شعور پیدا کیا۔ انہوں نے عام آدمی کو یہ احساس دلایا کہ انسان کے مقدر میں کوئی شے بری نہیں لکھی ہوتی۔ اگر انسان باہر کے حالات کے اسباب معلوم کرنے کے لئے غور وفکر کرے تو اسے ماحول کی خرابیوں کے اسباب اپنے اعمال اور باطن میں نظر آئیں گے۔ اگر انسان اپنے برے اعمال کو اچھے اعمال سے بدل دے تو زندگی کی مشکلات اور پریشانیاں آسانیوں میں بدل سکتی ہیں: (Farid, 2020, 147)

فریدا جے توں عقل لطیف، کالے لکھ نہ لیکھ
اپنے گریوان میں، سر نیواں کر ویکھ

بابا فرید الدین گنج شکر نے جھوٹ کو معاشرے کی ساری برائیوں کی جڑ قرار دیا۔ انہوں نے عام آدمی کو اس بات کی تلقین کی کہ ہمیشہ سچ بولنا چاہیے کیونکہ سچ ایمان اور جھوٹ ایمان کی نفی ہے۔ لہذا پیروکاروں کو اپنے راہ حق پر گامزن رہنما کی سچی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی کے ظاہر وباطن کو سچ پر استوار کرنا چاہیے:

بولیے سچ دھرم، جھوٹھ نہ بولیے
جو گر دسے واٹ مریداں جولیے

(Farid, 2020, 49)

بابا فرید عام آدمی کو استحکام اور طمانیت کے حصول کے لیے قناعت کی تلقین کرتے ہیں کہ ملکی حالات یا ذاتی حالات کتنی ہی بدحالی اور خرابی کا شکار کیوں نہ ہو جائیں ہمیں قناعت کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔ جو لوگ مشکل حالات میں قناعت کا راستہ چھوڑ کر دوسروں کے وسائل پر نظر رکھتے ہیں اور دوسروں کے وسائل سے استفادے کے لیے کوشاں ہوتے ہیں انجام کار انہیں خفت، پریشانی اور مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے:

روٹی میری کاٹھ دی لاون میری بھکھ
جنہاں کھادی چوپڑی گھنے سہن گے دکھ
(Bakhashī, et al 1994, 110)

صوفیاء کے مطابق قومی حمیت اور ملی غیرت ہمارے اجتماعی کردار میں سرفہرست ہونی چاہیے جس معاشرے اور قوم میں ملی اور قومی غیرت ختم ہو جائے وہاں اجتماعی کردار اور اجتماعی مقاصد کے لیے جینے کا کوئی تصور نہیں رہتا: (Ishwar et al 2023, 230)

رکھی سکھی کھا کے ٹھنڈا پانی پی
فریدا ویکھ پرائی چوپڑی نہ ترسائیں جی

صوفیا ہمیشہ انسانیت کی طبقاتی تقسیم کے خلاف رہے ہیں۔ بابا فرید الدین گنج شکر کے ہاں بھی یہی پیغام ہے۔ انہوں نے ہر رنگ و نسل اور طبقے کے انسان کے ساتھ ایک طرح کی محبت اور احترام کا رشتہ استوار کرنے کی تلقین کی: (Chaudhri, 2009, 201)

فریدا کناں آٹا اگلا، اکناں ناہیں لون
اگے گئے سنجاپسن چوٹاں کھاسی کون

فریدا میں جانیا دکھ مجھ کوں، دکھ سبھا ایہہ جگ
اچے چڑھ کے ویکھیا تاں گھر گھر ایہا اگ

یہ ہر دور کا المیہ رہا ہے کہ سچے اور راہ حق پر گامزن صوفیا کی نقالی کرتے ہوئے اور ان کا بہروپ اختیار کرتے ہوئے بہت سے بے عمل اور جاہل لوگ بھی طبقہ صوفیاء میں اپنے مفادات کے حصول کے لیے شامل ہو گئے۔ بابا فرید الدین گنج شکر راہ تصوف کے ایسے چوروں سے عام آدمی کو خبردار رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ یعنی ان کی مزاحمت صرف سماجی و معاشرتی ظلم ستم کے خلاف ہی نہیں بلکہ اس استحصال کے خلاف بھی ہے جو جعلی صوفیا تصوف کے نام پر عام آدمی کی عقیدتوں کا کرتے ہیں: (Paramjeet 2018, 250)

فریدا کھ مصلا، صوف گل، دل کاتی، گڑ وات
باہر دسے چاننا، دل اندھیاری رات

بابا فرید الدین گنج شکر کا خطاب صرف عامۃ الناس سے ہی نہیں رہا بلکہ انہوں نے اپنے وقت کے حکمرانوں کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا کہ وہ اپنے ہر عمل کے لئے آخرت میں اللہ کے سامنے جوابدہ ہیں۔ لہٰذا انہیں کسی بھی صورت ظلم وستم کا راستہ نہیں اختیار کرنا چاہیے بلکہ اگر اللہ نے انہیں حکومت کا اختیار عطا کیا ہے تو وہ اس اختیار کو استعمال کرتے ہوئے ہم آدمی کی فلاح و بہبود اور اپنی ذمہ داریوں کو خوف خدا کے جذبے کے تحت انجام دینے کے لیے استعمال کریں: (Chopra, 2023, 230)

فریدا کرن حکومت دنی دی حاکم ناؤں دھرن
اگے دھول پیادیاں پچھے کوت چلن
چڑھ چلن سکھ واسنی اپر چور چلن
سیج وچھاون پاہرو جتھے جا سون
تینہاں جناں دیاں ڈھیریاں، دوروں پیاں دسن

پنجابی صوفی شعراء میں حضرت سلطان باہو کا مقام بہت بلند ہے۔ سلطان باہو عوام دوست شاعر ہیں جنہوں نے عوامی زبان میں صوفی افکار کو بیان کیا اور اس کے ساتھ اپنے دور کے معاشرتی مسائل کو بھی اجاگر کیا۔ معاشرتی مسائل کے بارے میں مزاحمتی رویے کو فروغ دینے کے لیے حضرت سلطان باہو نے ایسی زبان استعمال کی کہ اس کے الفاظ، علامتیں، تراکیب اور اصطلاحات عام آدمی کے لیے اجنبی نہیں۔ زندگی کو اعلیٰ انسانی اقدار پر استوار کرنے اور منفی رویوں سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ اچھے لوگوں کی صحبت کو فروغ دیا جائے اور ایسے لوگ جن کا اخلاق اور کردار انسانیت دشمن ہے ان کی صحبت کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ سلطان باہو لکھتے ہیں:(Smith, 2014a, 69)

نال کسنگی سنگ نہ کریئے، کل نوں لاج نہ لائے ہو
تمے تربوز مول نہ ہوندے، توڑے توڑ مکے لے جایئے ہو
کانواں دے بچے ہنس نہ تھیندے، توڑے موتی چوگ چگائے ہو
کوڑے کھوہ نہ مٹھے ہوندے باہو، توڑے سے مناں گڑ پایئے ہو

حصول معرفت کے لیے صرف رسمیت کافی نہیں بلکہ اس کے لیے باطن کی درستی بھی ضروری ہے۔ اگر ظاہری طہارت سے ہی خدا کی شناخت ممکن ہوتی تو وہ جانور جو ہر وقت پانی میں رہتے ہیں وہ سب سے زیادہ خدارسیدہ ہوتے:(Smith, 2014a, 76)

جے رب نہاتیاں دھوتیاں ملدا، تاں ملدا اڈڈواں مچھیاں ہو
جے رب وال ودھائیاں ملدا، تاں ملدا بھیڈاں سسیاں ہو
جے اب راتیں جاگیاں ملدا تاں ملدا کال کڑچھیاں
ہو
جے رب ستیاں ملدا، تاں ملدا دانداں خصیاں ہو
رب اوہناں نوں ملدا باہو، نیتاں جنہاں دیاں اچھیاں ہو

سلطان باہو کے نزدیک سلوک و تصوف کا راستہ طے کرنے کے لیے اپنی ذات کی نفی ضروری ہے۔ اس نکتے کو بیان کرنے کے لیے سلطان باہو نے لوہا، تلوار، کنگھی، مہندی اور کپاہ جیس علامات استعمال کی ہیں۔ سلطان باہو فرماتے ہیں: (Smith, 2014a, 66)

لوہا ہوویں پیا کیویں، تاں تلوار سدیویں ہو
کنگھی وانگوں پیا چریویں، تاں زُلف محبوب پھریویں ہو
مہندی وانگوں پیا گھوٹیویں، تاں تلی محبوب رنگیویں ہو
وانگ کپاہ پیا پنجیویں، تاں دستار سدیویں ہو
عاشق صادق ہوویں باہو، تاں رس پریم دی پیویں ہو

اللہ کا ذکر بندے کو کس طرح تبدیل کرتا ہے، سلطان باہو نے اس کی وضاحت چنبیلی کے پھول کی مثال سے کی ہے۔ جس طرح چنبیلی کے پھول کی خوشبو سے سارا باغ اور ماحول مہک رہا ہوتا ہے، سالک کے جسم کا ہر ہر ذرہ اللہ کے ذکر کی خوشبو سے مہکنے لگتا ہے۔ سلطان باہو فرماتے ہیں:(Smith, 2013a, 123: Chopra, 2023, 201)

الف اللہ چنبے دی بوٹی، مُرشد من وچ لائی ہو
نفی اثبات دا پانی ملیا، ہر رگے ہر جائی ہو
اندر بُوٹی مشک مچایا، جاں پھلن تے آئی ہو
جیوے مرشد کامل باہو، جیں ایہہ بوٹی لائی ہو

سلطان باہو کی شاعری صرف اخلاقی، روحانی اور صوفیانہ مضامین ہی بیان نہیں کرتی بلکہ اپنے دور کے سماجی، معاشرتی اور سیاسی مسائل کا احاطہ کرتے ہوئے ان مسائل کے حل کے لیے عوام میں شعور بھی بیدار کرتی ہے۔ بادشاہوں کی اپنے ملک اور اقتدار کو وسیع کرنے کی حرص مخلوق خدا کے لیے مسائل، مصائب اور مشکلات کا باعث بنتی رہی ہے۔ سلطان باہو فرماتے ہیں (Smith, 2013a, 79)

ادھی لعنت دنیا تائیں، تے ساری دنیا داراں ہو
جیں راہ صاحب دے خرچ نہ کیتی لین غضب دیاں ماراں ہو
پیوواں کولوں پتر کہاوے، بھٹھ دُنیا مکاراں ہو
جنھاں ترک دنیا تھیں کیتی باہو، لیسن باغ بہاراں ہو

سلطان باہو نے حکومتوں، معاشرے اور عوام کی سطح پر مسائل اور مشکلات کا سبب علما کے کمزور کردار کو قرار دیا ہے۔ جب علما ہوس پرست، درباری اور دنیاوی مفادات کے لیے دینداری کا سودا کرنے والے بن جائیں تو معاشرہ زوال اور تباہی کا شکار ہونے لگتا ہے۔ سلطان باہو فرماتے ہیں(Maini, 1979, 77)

پڑھ پڑھ علم ملوک رجھاون، کیا ہویا اس پڑھیاں ھو
ہرگز مکھن مول نہ آوے، پھٹے دُدھ دے کڑھیاں ہو
آکھ چنڈورا، بتھ کیہ آئیو؟ ایس انگوری چڑیاں ھو
ہک دل خستہ رکھیں راضی باھو، لئیں عبادت وریہاں ھو

سلطان باہو کا یہی نکتہ نظر بے عمل اور دنیا اور صوفیا کے بارے میں ہے، فرماتے ہیں: (Singh, 1923, 76)

نہیں فقیری جلھیاں مارن ستیاں لوک جگاون ہو
نہیں فقیری وہندیاں ندیاں سکیاں پار لنگھاون ہو
نہیں فقیری وچ ہوا دے مصلی یا ٹھیراون ہو
فقیری نام تہاندا باھو جیہڑے دل وچ دوست ٹکاون ہو
پیر ملیاں جے پیڑ نہ جاوے، اُس نوں پیر کی دھرنا ہو
مرشد ملیاں ارشاد نہ من نوں، اوہ مرشد کی کرنا ہو
جس بادی کولوں ہدایت ناہیں، اوہ ہادی کی پھڑنا ہو
جے سر دتیاں حق حاصل ہووے، باہو اس موتوں کی ڈرنا ہو

سلطان باہو کے نزدیک ان مسائل کا حل وہ کردار ہے جو مرد کامل کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ مرد کامل وہ ہے جو ثابت قدم، صاحب ہمت، بہادر، متوکل علی اللہ، نیکی میں سبقت کرنے والا اور ہر طرح کے ماحول اور خطرات میں بے خوف ہو: (Smith, 2014a, 55)

تلہ بنھ توکل والا، ہو مردانہ تریے ہو
جیں دکھ تھیں سکھ حاصل ہووے، اس دکھ تھیں نہ ڈریئے ہو
إِنَّ مَعَ العُسْرِ يُسْرًا آیا، چت اوسے ول دھریے ہو
اوہ بے پرواہ درگاہ ہے باہو، اوتھے رورو حاصل بھریے ہو
ثابت صدق تے قدم اگیرے، تائیں رب لبھیوے ھو
لوں لوں دے وچ ذکر اللہ دا، ہر دم پیا پڑھیوے ہو
میں قربان تنہاں توں باہو، جنہاں رکھیا قدم اگیرے ہو
عشق دریا محبت دے وچ، تھی مردانہ تریے ہو
جتھے لہر غضب دیاں ٹھاٹھاں، قدم اتھائیں دھریئے ہو
اوجھڑ جھنگ بلائیں بیلے، ویکھو ویکھ نہ ڈریئے ہو
نام فقیر تد تھیندا باہو، جد وچ طلب دے مریے ہو

پنجابی صوفی شعراء میں حقائق کے بیان، عام آدمی کے مسائل کے ادراک و احساس اور ان مسائل کے بیان میں بے خوف اور اسرار و معارف کو موضوع بنانے والے بے تکلف اور بے ساختہ انداز بیان کے حامل شاعر حضرت بلھے شاہ ہیں۔ رسمیت، دنیاداری اور ظاہر پرستی کی مذمت کے حوالے سے بلھے شاہ کو ایک علامت سمجھا جاتا ہے۔ بلھے شاہ نے اپنے نادر، موثر اور غیر معمولی انداز بیان سے بے عملی، رسمیت پرستی اور ظاہر داری جیسے رویوں کی مذمت کی اور عام آدمی کو شفاف، فعال اور بامقصد کردار کی حامل زندگی اختیار کرنے کی تلقین کی۔ پنجاب کی ثقافت کی ایک اہم علامت 'چرخ' کے ذریعے بلھے شاہ عمل کی تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں: (Baba , n.d. 39)

توں ستیاں عمر ونجائی ہے
تیری ساعت نیڑے آئی ہے
توں چرخہ تند نہ پائی ہے
چرخہ تیرا رنگ رنگیلا
ریس کریندا سبھ قبیلہ
چلدے چارے کرے حیلہ
ہو گھر دے وچ آوادان کڑے
کر کتن ول دھیان کڑے
کت لے نی کچھ کتا لے نی
ہن تانی تند انا لے نی
توں اپنا داج رنگا لے نی
توں تد ہو سکیں پر دھان کڑے
کر کتن ول دھیان کڑے

بلھے شاہ کے ہاں عشق کا تصور بھی مرکزی و محوری اہمیت کا حامل ہے۔ بلھے شاہ کے نزدیک عشق وہ قوت ہے جو راہ حق کی مشکلات کو اس طرح تحلیل کر دیتا ہے جس طرح لوہے کو ہتھوڑا ایک نئی شکل میں ڈھال دیتا ہے۔ بلھے شاہ لکھتے ہیں:(Baba , n.d. 41)

بلھا شوہ دے کارن کریئے
تن بھٹھی من آہرن کریئے
پریم ہتھوڑا مارن کریئے
دل لوہا اگ پکایا کریئے
کیوں عشق اساں تے آیا ہے
توں آیا ہے میں پایا ہے

معاشرتی اور سیاسی مسائل بھی بلھے شاہ کی شاعری میں نظر انداز نہیں ہوئے۔ بلھے شاہ کے ہاں اتنا توانا سماجی شعور موجود ہے کہ وہ ان مسائل کو بھی بہت باریک بینی سے دیکھ رہے ہوتے ہیں جنہیں شاید کوئی بڑا ماہر سماجیات بھی نظر انداز کر دے۔ رسمیت اور ظاہر پرستی کی بجائے حقائق شناس صوفیا کی طرح بلھے شاہ بھی بے عمل علما اور صوفیا کی سخت مذمت کرتے ہیں۔ بلھے شاہ فرماتے ہیں:(Shah, 2020, 149)

پڑھ پڑھ شیخ مشائخ کہاویں
اُلٹے مسئلے گھروں بناویں
بے علماں نوں لٹ لٹ کھاویں
جھوٹھے سچے کریں اقرار
علموں بس کریں او یار
علموں بس میاں جی کہاویں
تمبا چک چک منڈی جاویں
دھیلا لے کے چھری چلا ویں
نال قصائیاں بوہتا پیار
علموں بس کریں او یار
ملاں تے مشالچی، دوہاں اکو چت
لوکاں کر دے چاننا، آپ ہنیرے نت

بلھے شاہ علم کے قدردان اور اہل علم کا احترام کرنے والے ہیں۔ مگر بے علم لوگوں کے صاحب علم ہونے کے دعوں کی سخت مذمت کرتے ہیں جو اپنے آدھے فہم کی وجہ سے عوام کو رہنمائی فراہم کرنے کی بجائے گمراہ کرتے ہیں۔ بلھے شاہ فرماتے ہیں: (Shah, 2020, 154)

عالم فاضل میرے بھائی
پاء پڑھیاں میری عقل گولائی
دیوے عشق بلارے
تان میں دسناں ہاں
میں پاء پڑھیاں توں نسناں ہاں
میں پاء پڑھیاں توں نسناں ہاں

ہندو کلچر کے اثرات کی وجہ سے ہمارا معاشرہ طبقاتی تقسیم کا شکار ہے۔ اس طبقاتی تقسیم کی وجہ سے معاشرے کے سرمایہ دار اور اونچے معاشرتی و سماجی مرتبے والے لوگ کمزور اور معاشی و سماجی لحاظ سے چھوٹے درجے کے لوگوں کو حقیر جانتے ہیں۔ اس طبقاتی تقسیم اور نفرت کے خلاف بلھے شاہ نے کھل کر لکھا۔ بلھے شاہ فرماتے ہیں:(Smith, 2014, 69)

پیروں ننگی، سروں جھنڈ ولی، سنیہا آیا پاروں
تر مراٹ کچھ بندا ناہیں، کیہہ لیساں سنساروں
دھیان کی چھجلی، گیان کا جھاڑو، کام کرودھ نت جھاڑوں
پکڑاں چھجلی ، حرص اُڈاواں، چھٹاں مالگزاروں
قاضی جانے، حاکم جانے، فارغخطی بیگاروں
رات دنے میں ایہو منگدی، دور نہ کر درباروں
میں چوہریڑی آں، سچے صاحب دے درباروں
کیا چوہڑی، کیا ذات چوہڑی دی، ہر کوئی ساتھوں نسے
کر کار بیگار ارتھیا ہونا، جاں پر سائیں دسے
کیہ کجھ پڑتی ، لاگ چوہڑی دا، گھنڈی اور سرہانا
جو کجھ دتا آپ سائیں نے، سو گھر لے کے جانا
پھٹا پرانا بھاگ اساڈا، بھکھ، ٹکر، سج، بیہا

فاقہ، کڑاکا ، منگن، پنن، چال اساڈی ایہا
رچھ رچھوڑ تے تیلے کانے، ایہہ اساڈی کاروں
میں چوہریڑی آں، سچے صاحب دے درباروں

بلھے شاہ کے نزدیک ان مسائل کا حل اللہ کے دیئے ہوئے نظام ہدایت کو اختیار کرنے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا رابطہ بحال کرنے میں ہے: (Smith, 2014, 93)

کتھے میں ملک سلطاناں
سمجھے چھڈ چھڈ گئے ٹکانا
کوئی مار نہ بیٹھے ٹھانا
لشکر دا جنہاں شمار نہیں
اُٹھ جاگ گھڑاڑے مار نہیں
ایہہ سون تیرے درکار نہیں
اسی عاجز وچ کوٹ علم دے
اوسے آندے وچ قلم دے
بن کلے دے ناہیں کم دے
باجھوں کلمے پار نہیں
اٹھ جاگ گھڑاڑے مار نہیں
ایہہ سون تیرے درکار نہیں

پنجابی شاعری کا ایک بڑا نام خواجہ غلام فرید ہے۔ خواجہ غلام فرید کی شاعری کے ذکر کے بغیر پنجابی شاعری کی تاریخ مکمل نہیں ہوتی۔ خواجہ غلام فرید نے اپنی شاعری میں مقامی لفظیات، علامتوں اور ثقافتی آثار کے ذریعے تصوف و روحانیت کے حقائق بیان کیے اور سماجی و معاشرتی

مسائل کو بھی اجاگر کیا۔ توحید کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (Farid, et al, 2018, 134)

جب ہک رمز ملی توحیدوں
دل آزاد ڈٹھم تقلیدوں
تھی کو فرد فرید فریدوں
سری روحی وعظ سنایا
انہہ مرلی شور مچایا
ہر صورت وچ دلدار ڈٹھم
کل یار اغیار کوں یار ڈٹھم
کتھ شاہ نظام الدین ڈٹھم
کتھ فرد فرید الدین ڈٹھم

ص۲۵۲

دیگر صوفی شعر کی طرح خواجہ غلام فرید کے ہاں بھی عشق ایک بہت بڑی قوت ہے۔ قوت عشق سے انسان کی شخصیت اس طرح تبدیل ہوتی ہے کہ مقصود اور محبوب میں فنائیت کے بعد محبوب اور صوفی میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ خواجہ غلام فرید لکھتے ہیں: (G<u>hu</u>lām Farīd, 1969, 86)

ہن میں رانجھن ہوئی
ریہا فرق نہ کوئی
جیں سنگ دلڑی پیت لگائی
آخر بن گئی سوئی

سماجی اور معاشری مسائل کا ذکر خواجہ غلام فرید کی شاعری میں نمایاں ہے۔ آپ نے نہ صرف انگریز سامراج کے خلاف جدوجہد کی حمایت و حوصلہ افزائی کی اور عوام میں آزادی کے

حصول کا شعور پیدا کیا بلکہ قومی سطح پر کردار کی تشکیل پر زور دیا جس کے بغیر نہ سماجی و معاشرتی مسائل حل ہو سکتے ہیں اور نہ ہی قومی سطح پر وقار کی بحالی ممکن ہے۔ (Farid, et al 2018, 138)

بے خوفی کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہیٹھ وہم خطرے دی ادا
ڈوجھا نہیں ہے ہک خدا
اندر تے باہر ہے سدا
موجود حق موجود حق
ہے ہک سدا اتے ڈو نہیں
ہک نال تھی بک سٹ فرق

عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

اتھاں میں ٹھڑی نت جاں بلب
دوتاں خوش وسدا وچ ملک عرب
توڑیں دھکڑے دھوڑے کھاند ڑیاں
تیڈے ناں تے مفت و کاندڑیاں
تیڈی باندیاں دیں میں باندڑیاں
ہے در دیاں کیتاں نال ادب

(Koreeja, 2011, 202-203)

ہے ملک مقدس نوری
ہے جنت حور قصوری
بن عاشق پاک حضوری

بیا کون قدم اتھ رکھے
ونج ڈھم مدینہ عالی
جتھ کون و مکان دا والی
ہے دھرتی عیبوں خالی
پیا نور رسالت چھکے

حضرت خواجہ غلام فرید نے حاکمان وقت کی بھی اصلاح کی۔ نوابان ریاست بہاولپور آپ کے عقیدت مند تھے۔ آپ نے ان کے ذریعے ان کی ریاستوں میں اسلامی تعلیمات کا نفاذ کروایا۔ ایک حاکم نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ ہمارے علاقے میں چوری ڈاکے اور قتل کی وارداتیں عام ہو گئی ہیں کوئی وظیفہ عنایت فرمائیں کہ ان کی روک تھام ہو جائے آپ نے جواب میں کافی لکھ کر ارسال کر دی۔ وہ کافی پوری ریاست میں عام ہو گئی اور جرائم کم ہو گئے۔ آپ نے لکھا:(Ghulām Farīd, 1969, 91)

چوریوں جاریوں استغفار
بخشم شالا رب غفار
گندڑی عادت گندڑے فعلوں
توبہ توبہ لکھ لکھ وار
کر کر سخت گناہ پر تاپیم
توں ہیں خاوند بخشن ہار
پیر پیغمبر تیڈے باہیں
توں مالک توں کل مختار
میں بد عملی تے کر رحمت
جیں ڈینہہ یار وی یار نہ یار
اوگن ہاری ناں کہیں کم دی

کو جھی کملی بد کردار
تیڈا شان ہے فضل کرم دا
میں وچ ڈوہ تے عیب ہزار
آون یاد گناہ پرائے
پٹ پٹ رووواں زار و زار
رات قبر دی ڈینہہ حشر دا
سر تے کڑکم بارے بار
میں مسکین فرید ہاں تیڈا
توں بن کون اتارم پار

رومی کشمیر حضرت میاں محمد بخش کا شمار بھی پنجابی زبان کے سرکردہ صوفی شعراء میں ہوتا ہے۔ آپ نے پنجابی زبان میں سولہ کتب تصنیف کیں۔ آپ نے اپنی تصانیف میں اخلاقی تربیت، روحانی اسفار اور حقائق و معارف بیان کیے۔ آپ کی تصانیف میں سے سیف الملوک کو سب سے زیاد شہرت نصیب ہوئی۔ گو سیف الملوک کی روایت کا تعلق عرب سرزمین سے ہے مگر میاں محمد بخش نے اس قصے کو مقامی زبان، علامات اور رسوم و رواج میں گندھ کر اس طرح بیان کیا کہ یہ مقامی روایت بن گیا اور پیر و جواں کا نطق زباں ہو گیا۔ سیف الملوک میں میاں محمد بخش نے مقامی علامات اور استعارات میں اعلیٰ اخلاقی و روحانی نکات بیان کیے۔ میاں محمد بخش نے پنجابی صوفیانہ ادب کی تمام لوک روایات کو بھی اپنی شاعری کا حصہ بنا دیا۔ آپ لکھتے ہیں: (Qaiser, 2012, 303)

پورن بھگت ملک داراجہ بھوہرے اندر پلیا
لنگ کپائے کن پڑوائے بھیکھ منگیندا چلیا
عزت بیگ سوداگر لاکھی دانش مند وزیروں
مال چکاندا بالن چاندا کرے کباب سریروں

اک اکلی نار بیچاری سوہنی تری چھناواں
رڑھدی ویکھ اس رحم نہ آیا پھڑ کے بنے لاواں
رانجھا تخت ہزارے والا مائی باپ لڈکا
بھائیاں دا سردار پیارا چودھریاں دا ٹکا
جا سالیں، چاک سدایا چالیا دکھ کھارا
دھپاں پالے کپر جا لے کر دا سخت سہارا
ہیر سیالیں لاڈیں پالی چوچک باپ امیرے
کالی راتیں ماہی بھالے بن جنگل جھل چیرے
ریشم پیر سلن دبھ سولاں جیوں سوئی پٹ لیرے
رانجھے پاڑے کن محمد ناگ لڑایا ہیرے

میاں محمد بخش نے سماجی اور معاشرتی مسائل کو بھی اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔ انہوں نے عوام میں اعلیٰ اخلاقی اقدار پیدا کرنے کی جدوجہد کی اور ایسے اعلیٰ اخلاقی پیکر میں ڈھلنے کی تلقین کی کہ زندگی کی مشکلات ان کے پائے استقامت میں تزلزل نہ پیدا کر سکیں۔ آپ نے لوگوں کو ہمت اور حوصلہ اختیار کرنے کی تلقین فرماتے ہوئے لکھا:(Bakhsh , 1963, 213)

جھل جھل ہار نہ ہاریں ہمت ، یک دن پھرسی پاسا
بھکا منگن چڑھے محمد، اوڑک بھر دا کا سا

آپ نے معاشرے کے مظلوم، غریب اور نادار طبقات کی داد رسی کرنے کی تلقین کی اور اس بات کی تعلیم دی کہ اعلیٰ انسانی کردار کا تقاضا ہے کہ معاشرتی اور طبقاتی تقسیم کی نفی کی جائے اور معاشرے کو ظلم وستم سے نجات دلائی جائے:(Bakhsh , 1963, 219)

مان نہ کریئے راجیا سدا نہ کرسیں راج
کوئی دن ظلم کمائیکے اوڑک کھاسیں بھاج

سن لے عرض غریب دی نہ کر ایڈ مزاج
نوکر رکھ محمدا آج اسیں محتاج

آپ نے تمام معاشرتی، سماجی اور سیاسی مسائل کا حل ایسے معاشرے اور ریاست کا قیام قرار دیا جہاں عوام کی فلاح کو یقینی بنایا جاسکے:(Bakhsh , 1963, 225)

کردا عدل انصاف شہزادہ خلق مراداں تکے
سخت سزا تنبیہاں لیندے ظالم چور اچکے
میلی نظرے ویکھ نہ سکے باز کبوتر تائیں
پتن تے رل پانی پیندے شیر ببر تے گائیں
بھیڈاں تے بگھیاڑ اکٹھے پھر دے وچ اجاڑاں
کوئی کسے نوں چھیڑ نہ سکے عدل چھکایاں واڑاں
جس جس کم دے لائق کوئی تس تس کم تے لایا
دانشمنداں لائق داراں پایا عالی پایا
لنگر درس لوائے شہریں راہاں وچ سبیلاں
آس منداں دی آس پوچاوے بجھے شاہ دلیلاں

آج ہمارے معاشرے میں جس طرح دیگر دینی و تہذیبی تصورات مسخ ہوئے اور ان کی معنویت نگاہوں سے اوجھل ہوگئی، روحانیت کا حقیقی تشخص اور منصب بھی ضائع ہو رہا ہے۔ سوفیا کی تعلیمات اس امر کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ سماج اور معاشرے سے الگ تھلگ رہ کر کوئی روحانی سفر طے نہیں ہو سکتا۔ وہی رحانیت موثر حقائق آشنا اور اعلیٰ مقام تک رسائی کی حامل ہوتی ہے جو معاشرے کے مسائل کے حل کے ساتھ وابستہ ہو۔ صوفیا کی روحانی تربیت سے میسر آنے والی اخلاقی و روحانی قوت کا معاشرتی، سماجیاور سیاسی مسائل کے حل کے لیے اطلاق ہی روحانیت کا حقیقی منصب ہے۔

BIBLIOGRAPHY

1. Baba Bullhey Shah, (n.d.). Bullehy Shah Kenhdy nen (Words by Bullehy Shah): Punjabi Poetry. Urdu-Books.
2. Bakhashī, L. S., Buxi, L. S. (1994). Prominent Mystic Poets of Punjab: Representative Sufi Poetry in Punjabi, with English Rendering. India: Publications Division, Ministry of Information and Broadcasting, Government of India.
3. Bakhsh, Mian Muhammad (1963). Saiful Muluk. Lahore: Punjabi Adabi Academy.
4. Chaudhri, M. A. (2009). Sufi Poets of the Punjab (Pakistan): (their Thought and Contribution). Pakistan: National Book Foundation.
5. Chopra, R. M., (2023). Great Sufi Poets Of The Punjab. (n.p.): Anuradha Prakashan .
6. Farid, B. (2020). Tr by Paul Smith Baba Farid Sufi Master Poet's Poetic Sayings (Slokas): (Large Print & Large Format Edition). (n.p.): Amazon Digital Services LLC - Kdp.
7. Farid, K. G., Shackle, C. (2018). The Teachings and Poems of Khwaja Ghulam Farid: Selections from the Maqabis-ul-Majalis and Diwan-e-Farid. United Kingdom: Beacon Books.
8. Ghulām Farīd (Khvājah), Tr. Aslam Anṣārī, Gilani Kameran, Kafees. (1969). Pakistan: Bazm-e-Saqafat; [sole agents: Ferozsons, Lahore.
9. Ishwar Dayal Gaur, Surinder Singh (Eds), (2023). Sufism in Punjab: Mystics, Literature and Shrines. (n.p.): Taylor & Francis.
10. Koreeja, Khawaja Tahir Mahmood, (2011), Diwan Khawaja Fareed, Lahore: Al Faisal Nashiran o Tajran Kutab, Urdu bazar (Koreeja, 2011, 202-203),
11. Kuldeep Arora, R. P. Malhotra, (Eds) (2003).

Encyclopaedic Dictionary of Punjabi Literature. India: Global Vision Publishing House. (Kuldeep et al 2003, 504).
12. Maini, Darshan Singh. (1979). Studies in Punjabi poetry. India: Vikas. (Maini, 1979, 77).
13. Paramjeet Singh, . (2018). Legacies of the Homeland: 100 Must Read Books by Punjabi Authors (n.p.): Notion Press. (Paramjeet 2018, 250)
14. Qaiser, S. (2012). Metaphysical and Cultural Perspectives of Khwaja Ghulam Farid's Poetry and Iqbal. Pakistan: Iqbal Academy Pakistan. (Qaiser, 2012, 303).
15. Shah, B. (2020). Bulleh Shah Punjabi Sufi Poet Selected Poems: (Large Print & Large Format Edition). (n.p.): Independently Published.
16. Singh, P. (1923). Unstrung Beads: Prose and Poetry from the Punjab, by Puran Singh. United Kingdom: J.M. Dent & sons, Limited. (Singh, 1923, 76).
17. Smith, P. (2013). Great Sufi Poets of the Punjab & Sindh: An Anthology. (n.p.): CreateSpace Independent Publishing Platform.
18. Smith, P. (2014). Bulleh Shah: Life & Poems. (n.p.): CreateSpace Independent Publishing Platform.
19. Smith, P. (2014). Baba Farid: Life & Poems. (n.p.): CreateSpace Independent Publishing Platform.
20. Smith, P. (2022). Shah Hussain (Madhu Lal) A Malamati Sufi of the Punjab: Selected Poems. (n.p.): Amazon Digital Services LLC - Kdp. (Smith, 2022, 98).

****